بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد

لکھ قلم پہلے حمد رب ودود — کہ ہر اک جا پہ ہے وہی موجود
ذات معبود جاودانی ہے — باقی جو کچھ کہ ہے وہ فانی ہے
ہمسر اس کا نہیں ندیم نہیں — سب ہیں حادث کوئی قدیم نہیں

نعت

مدح احمد زباں پہ کیونکر آئے — بحر کوزے میں کسطرح سے سمائے
ذات احمد کو کوئی کیا جانے — یا علی جانے یا خدا جانے

منقبت

مدح حیدر میں کھولئے جو دہن — اس سے آگے نہیں ہی جائے سخن
کون حیدر کا مرتبہ سمجھا — کوئی بندہ کوئی خدا سمجھا

بیانِ عشق

ہے بنا جب سے گلشن ایجاد — ہوئی ہر شئے ہر ایک کو امداد
رنگ و خوبی عطا کیا گل کو — نالۂ و درد بخشا بلبل کو
ماہ کو نور لطف ہالے کو — چشم نرگس کو داغ لالے کو
راستی کی عطا صنوبر کو — پیچ سنبل کو آب گوہر کو
سختی ساری بتوں کے دلمیں دی — الفت انساں کے آب و گل میں دی
عشق سے کون ہے بشر خالی — کر دیے جس نے گھر کے گھر خالی
پڑتے ہیں آہیں جان کے لالے — ڈالتا ہے جگر میں یہ چھالے
جو کہ واقف تھے سب قرینوں سے — خاک چھنوائی ان حسینوں سے
اس سے امید رکھنا ہے بیجا — بھائی مجنوں سے کیا سلوک کیا
منہ سے کرنے نہ دی فغاں اسنے — مارے چن چن کے نوجواں اسنے
اس نے جس سے ذرا تپاک کیا — سب سے پہلے اسے ہلاک کیا

آتش ہجر سے جلاتا ہے | آگ پانی میں یہ لگاتا ہے
مار ڈالا تماش بینوں کو | زہر کھلوا دیا حسینوں کو
بس میں ڈالے نہ کبریا اسکے | رحم دل میں نہیں ذرا اس کے

آغازِ داستان

ایک قصہ عجیب لکھتا ہوں | داستان غریب لکھتا ہوں
تازہ اس طرح کی حکایت ہے | سننے والوں کو جس سے حیرت ہے
جس محلہ میں تھا ہمارا گھر | وہیں رہتا تھا ایک سوداگر
مرد اشراف صاحبِ دولت | تاجروں میں کمال تھی عزت
غم نہ تھا کچھ فراغ بالی سے | تھا بہت خاندان عالی سے
ایک دختر تھی اسکی ماہ جبیں | شادی اسکی نہیں ہوئی تھی کہیں
ثانی رکھتی نہ تھی وہ صورت میں | غیرت حور تھی حقیقت میں
سبز نخلِ گلِ جوانی تھا | حسنِ یوسف فقط کہانی تھا

اس سن و سال پر کمال خلیق | چال ڈھال انتہا کی نستعلیق
چشم بد دور وہ حسین آنکھیں | رشک چشم غزال چین آنکھیں
تھا جہاں باپ کو نظر کا ڈر | آنکھ بھر کر نہ دیکھتے تھے اُدھر
تھی زمانہ میں بے عدیل و نظیر | خوش گلو، خوش جمال، خوش تقریر
تھا نہ اُس شہر میں جواب اُس کا | حسن لاکھوں میں انتخاب اُس کا
شعر گوئی سے ذوق رہتا تھا | لکھنے پڑھنے سے شوق رہتا تھا
تھا یہ اُس گل کا جامہ زیبِ بدن | سادی پوشاک پر تھے سو جوبن
نور آنکھوں کا دل کا چین تھی وہ | راحت جان والدین تھی وہ
ایک دن چرخ پر جو ابر آیا | کچھ اندھیرا سا ہر طرف چھایا
کھل گیا جب برس کے وہ بادل | قوس تب آسماں پر آئی نکل
دل مرا بیٹھے بیٹھے گھبرایا | سیر کرنے کو بام پر آیا
خفقان دل کا جو بہلنے لگا | اس طرف اُس طرف ٹہلنے لگا
دیکھا اک سمت جو اٹھا کے نظر | سامنے تھی وہ دخترِ سوداگر

ساتھ ہمجولیاں بھی تھیں دو چار
دیکھتی تھیں وہ آسماں کی بہار

بام سے کچھ اُترتی جاتی تھیں
چہلیں آپس میں کرتی جاتی تھیں

رہ گئی جب اکیلی وہ گل رُو
نگراں سیر کو ہوئی ہر سُو

ہوئی میری جو اُسکی چار نگاہ
مُنہ سے بے ساختہ نکل گئی آہ

حال دل کا کہا نہیں جاتا
خوب سنبھلا نہیں غش آجاتا

نہ ہوا گو کلام فی ما بین
روح قالب میں ہو گئی بے چین

تیر اُلفت کا تھا لگا کاری
اشک بیساختہ ہوئے جاری

سامنے وہ کھڑی تھی ماہِ مُنیر
چُپ کھڑا تھا میں صورتِ تصویر

تاب نظّارہ اِتنی لا نہ سکا
کہ اشارہ سے بھی بُلا نہ سکا

دیکھتا اُس کو بار بار تھا میں
محوِ حُسنِ جمالِ یار تھا میں

گو میں رُوکے ہوئے ہزار رہا
دل پہ لیکن نہ اِختیار رہا

اسی صورت سے ہو گئی جب شام
لائی پاس اُسکے اک کنیز پیام

بیٹھی ناحق بھی ہولیں کھاتی ہیں
امّاں جان آپ کی بُلاتی ہیں

گیسو رُخ پر ہوا سے ہلتے ہیں
چلیئے اب دونوں وقت ملتے ہیں

سُن کے لونڈی کے مُنہ سے یہ پیغام
گئی کوٹھے کے نیچے وہ گلفام

اُس کا جلوہ نہ جب نظر آیا
میں بھی رُوتا ہوا اُتر آیا

شام سے پھر سحر کی مر مر کے
شب وہ کاٹی خدا خدا کر کے

پڑ گیا دل میں غم سے اک ناسُور
یہی اُس دِن سے پڑ گیا دستور

دِن میں سو بار بام پر جانا
دیکھنا بھالنا چلے آنا

جب نہ دیکھا وہاں پہ وہ گُلرو
فرطِ غم سے نکل پڑے آنسو

لاکھ چاہا نہ ہو سکا دل سخت
پئے تسکیں ہوئی یہ آمدرفت

گذرے کچھ دن جو رنج کے مارے
زرد رخسار ہو گئے سارے

ہو گئی پھر تو ایسی حالت زار
جیسے برسوں کا ہو کوئی بیمار

دِل کو تھی غم سے خود فراموشی
لگ گئی لب پہ مہرِ خاموشی

نہ رہا دل کو ضبط کا یارا
سر جہاں چاہا دھڑ سے دے مارا

رنج لاکھوں طرح کے سہتے تھے
لب تھے خاموش اشک بہتے تھے

ہجر سے غیر ہو گئی حالت　　غم سے بالکل بدل گئی صورت
ہوا حیران اپنا بیگانہ　　جس نے دیکھا مجھے نہ پہچانا
دیکھے ماں باپ نے جو یہ انداز　　روح قالب سے کر گئی پرواز
پوچھا مجھ سے یہ کیا ہے حال ترا　　کس طرف ہے بندھا خیال ترا
سچ بتا دے کہ دھیان کس کا ہے　　دل میں غم میری جان کس کا ہے
رنج کس شعلہ رُو کا کھاتے ہو　　شمع کی طرح پگھلے جاتے ہو
زرد چہرہ ہے ارغواں کی طرح　　ٹکڑے پوشاک ہے کتاں کی طرح
کون سے ماہرو پہ مرتے ہو　　سچ کہو کس کو پیار کرتے ہو
یہ کہو مہ جبیں ملا ہے کون؟　　تم کو ایسا حسیں ملا ہے کون؟
کھاتے ہو پیتے ہو نہ سوتے ہو　　روز اُٹھ اُٹھ کے شب کو روتے ہو
نہیں معلوم کون ہے وہ چھنال　　کر دیا میرے لال کا یہ حال!
میرے بچے کی جو گر کھائے جان　　سات بار اسکو میں کروں قربان
اللہ آمیں سے ہم تو یوں پالیں　　آپ آفت میں جان یوں ڈالیں

دن کو دن سمجھی اور نہ رات کو رات　　تلخ کی تیرے پیچھے یوں اوقات
بلا کس کس طرح تمھیں جانی　　کون منت تھی جو نہیں مانی
روشنی مسجدوں میں کرتی تھی　　جا کے درگاہ پہ جو کی بھرتی تھی
اب جو نام خدا جوان ہوئے　　ایسے مختار میری جان ہوئے
ہاں میاں سچ ہے یہ خدا کی شان　　تم کرو جان بوجھ کر ہلکان
ہم تو یوں پھونک پھونک رکھیں قدم　　آپ دیتے پھریں ہر ایک پہ دم
ہم یہاں رنج و غم میں روتے ہیں　　آپ غیروں پہ جان کھوتے ہیں
یوں مٹاؤ گے جان کر ہم کو　　تھی نہ اس روز کی خبر ہم کو
دیکھتی ہوں جو تیرا حال زبوں　　خشک ہوتا ہے میرے جسم کا خوں
یوں تو برباد تو شباب نہ کر　　مٹی ماں باپ کی خراب نہ کر
کچھ تو کہہ ہم سے اپنے قلب کا حال　　کس کا بھایا ہے تجھ کو حسن و جمال
دل ہوا تیرا شیفتہ کس کا　　سچ بتا ہے فریفتہ کس کا
کیسا دو دن میں جی نڈھال ہوا　　دائی بندی کا کیا یہ حال ہوا

آئینہ تو اُٹھا کے دیکھ ذرا — سُت گیا وہی دن میں منہ کیسا
سُد نہ کھانے کی ہے نہ پینے کی — کون سی پھر اُمید جینے کی
کسکی اُلفت میں ہے یہ حال کیا — کچھ نہ ماں باپ کا خیال کیا
دل پہ گزرا ہے کیا ملال تو کہہ — منہ سے ناشدنی اپنا حال تو کہہ
یوں ہی گر ہو گیا تو سودائی — دُور پہونچے گی اُسکی رُسوائی
ایسے دیوانے کو بھریگا کون — شادی اور بیاہ پھر کریگا کون
کردیا کس نے ایسا آوارہ — کہ نہیں بنتا اب کوئی چارہ
آگے تو یہ نہ تھا ترا دستور — کس سے سیکھا ہے اس طرح کے امور
میرے تو دیکھ کر گئے اوسان — لیلی مجنوں کے تو نے کاٹے کان
باتیں یہ والدین کی سن کر — اور اک قلب پر لگا نشتر
شرم کے مارے منہ کو ڈھانپ لیا — کچھ نہ ماں باپ کو جواب دیا
گزرا یاں تک تو یہ ہمارا حال — اب بیاں انکا ہوتا ہے احوال
میں تو کھائے ہوئے تھا عشق کا تیر — پر ہوئی اُنکے دل پہ بھی تاثیر

چھلکے آنکھوں کے دونو پیمانے — دل لگا آپ ہی آپ گھبرانے +
آتش عشق سے اُٹھا جو دھواں — باتوں باتوں میں بڑھ گیا خفقاں
گوش فریادِ قلب سُننے لگے — خود بخود ہاتھ پاؤں دُھننے لگے
درد و غم دل کو آگیا جو پسند — سُونا راتوں کا ہو گیا سوگند
موج اُلفت اُسے ڈبونے لگی — ایک اُلجھن سی دل کو ہونے لگی
گھٹنے طاقت لگی جو روز بروز — آتش ہجر ہو گئی دل سوز
داغ جوں جوں جگر کے جلتے تھے — اشک گرم آنکھ سے نکلتے تھے
گرم نالے تھے لب پہ آہ تھی سرد — دل میں ہوتا تھا میٹھا میٹھا درد
یوں تڑپتا تھا اُسکے سینے میں دل — جس طرح لوٹے طائر بسمل
ہو گئی جب کمال حالت زار — شب کو رہنے لگا اُسے بھی بخار
سچ ہے کس طرح جی اُداس نہ ہو — کوئی ہمراز بھی جو پاس نہ ہو
نہ رُکا اُسکے رُکنے سے دل زار — جی میں باقی رہا نہ صبر و قرار
لکھنے پڑھنے سے تھا جو اُسکو ذوق — سوچ کر دل میں اک لکھا خط شوق

بھیجا وہ مجھ کو بے خطر نامہ　　ڈر سے لکھا نہ اُس پہ سرنامہ
ایک ماما نے آکے چپکے سے　　خط دیا اُن کا ہاتھ میں میرے
کھول کر میں نے جو اُسے دیکھا　　کچھ عجب درد سے یہ لکھا تھا

نامۂ معشوقہ

ہو یہ معلوم تم کو بعد سلام　　غم فرقت سے دل ہے بے آرام
اپنے کوٹھے پہ تو نہیں آتا　　دِل ہمارا بہت ہے گھبراتا
شکل دکھلا دے کبریا کے لیئے　　بام پر آ ذرا خدا کے لیئے
اِس محبت پہ ہو خدا کی مار　　جس نے یوں کر دیا مجھے لاچار
سارے اُلفت نے کھو دیئے اوسان　　ورنہ یہ تھی میں خدا کی شان

اب کوئی اِس میں کیا دلیل کرے
جس کو چاہے خُدا ذلیل کرے

نامۂ عاشق

پڑھ کے میں نے لکھا یہ اُسکو جواب　　کیا لکھوں تم کو اپنا حال خراب
بَن گئی یاں تو جان پر میری　　خوب لی، آپ نے خبر میری
ہجر میں مَر کے زندگانی کی　　اب بھی پوچھا تو مہربانی کی
جب سے دیکھا ہے آپکا دیدار　　دل سے جاتا رہا ہے صبر و قرار
روز تپ سے بخار رہتا ہے　　سر پہ اِک جن سوار رہتا ہے
تیرے قدموں کی ہوں قسم کھاتا　　ہوش دو دو پہر نہیں آتا
پوچھتا ہے جو کوئی آکر حال　　اور ہوتا ہے دل کو میرے ملال
کہوں کس کس سے اِس کہانی کو　　آگ لگ جائے اس جوانی کو
ہو گئی ہے کچھ ایسی طاقت طاق　　اُٹھ نہیں سکتا بار رنج فراق
ہِل کے پانی پیا نہیں جاتا　　ورنہ حکم آپ کا بجا لاتا
پاتا طاقتِ جو طالبِ دیدار　　بام پر دن میں آتا سو سو بار

پہونچا جس وقت سے ترا مکتوب — زندگی کا بندھا ہی کچھ اسلوب
رنج راحت سے گر بدل جائے — کیا عجب ہی جو دل سنبھل جائے
پیش قدمی جو تم نے کی مرے ساتھ — آہیں ذلت کی کونسی ہے بات
نہیں کچھ آہیں آپ ہی کا قصور — میری اُلفت کا یہ اثر ہے حضور
عشق کا ہے مرے اثر واللہ — ورنہ تم لکھتیں یہ معاذ اللہ
تم تو وہ لوگ ہوتے ہو جلاد — نہیں سنتے کوئی کرے فریاد
ہو بلا سے کسی کا حال بُرا — کوئی مر جائے تم کو کیا پروا
نہیں ممکن تمھارا بل جائے — چاہے عاشق کا دم نکل جائے
اب میں لکھتا ہوں آپکو یہ حضور! — وصل کی فکر چاہیے ہے ضرور
تو نے غفلت گر آہیں کی اے ماہ — حال میرا کمال ہوگا تباہ
غیر ہے ہجر سے مری حالت — غم اُٹھانے کی اب نہیں طاقت
دل پہ آفت عجیب آئی ہے — جان بچ جائے تو خدائی ہے
جان کو کس گھڑی قرار آیا — غش نے فرصت جو دی بخار آیا

طپش دل نے گر کیا ہشیار — وہم آنے لگے ہزار ہزار
دل کی وحشت نے گر گھٹایا کچھ جوش — وہ بھی جاتے رہے جو آئے تھے ہوش
آشنا دوست آ گئے جو کبھو — جس نے دیکھا نکل پڑے آنسو
دردِ پہلو کچھ ایسا بیریں ہے — حرکت تک بھی دست غیر میں ہے
جھوٹ سمجھیں اسے حضور نہیں — جان جاتی رہے تو دور نہیں
مر گئے ہم تو رنج فرقت سے — پر خبر کی نہ اپنی حالت سے
اب جو بھیجی یہ آپ نے تحریر — ہے یہ لازم کہ وہ کرو تدبیر
سختیاں ہجر کی بدل جائیں — دل کی سب حسرتیں نکل جائیں
دے کے خط میں نے یہ کہا اُس سے — جلد اس کا جواب لا اُس سے
پہونچا جب اُن تلک مرا مکتوب — ہنس کے بولی کہ واہ وا کیا خوب

جواب نامۂ عاشق

پھر کیا یہ جواب میں تحریر — کچھ قضا تو نہیں ہے دامنگیر

ذکر اِن باتوں کا یہاں کیا تھا　　چھیڑنے کو ترے یہ لکھا تھا
ایسی باتیں تھیں کب یہاں منظور　　تھا فقط تیرا امتحاں منظور
یہ تو لکھے تھے سب ہنسی کے کلام　　ورنہ ان باتوں سے مجھے کیا کام
مجھکو ایسی تھی تیری کیا پروا　　بام پر تو بلا سے آ کہ نہ آ
بات تھی یہ کمال عقل سے دور　　جھوٹ لکھنے سے ہو گئے مغرور
تجھ پہ میں مرتی کیا قیامت تھی　　کیا مرے دشمنوں کی شامت تھی
میری جانب کو یہ گماں کیا خوب　　جھوٹ جم جم سے ہی بہت مرغوب
یہ نہ سمجھا کہ ماجرا کیا ہے　　یوں بھی کوئی کسی کو لکھتا ہے
کالا دانہ ذرا اُتروا لو　　رائی نون اس سمجھ پہ کر ڈالو
تجھ پہ مرتے بھی گر مرے بدخواہ　　یوں نہ لکھتی کبھی معاذ اللہ
جان پاپوش سے نکل جاتی　　پر طبیعت نہ یوں بدل جاتی
ایسی باتوں میں ہونا ہے بدنام　　اب نہ لکھیے گا اس طرح کے کلام
رنج آجاتا ہے اِسی کد سے　　نہ بڑھے آدمی کبھی حد سے

کیا سمجھ کر لکھا تھا یہ مضمون　　اچھی ہوتی نہیں ہے اتنی ڈون
جی میں ٹھانی تھی کیا بتاؤ تو　　خانگی، کسبی کوئی سمجھے ہو
مالزادی نہیں یہاں کوئی　　جو کرے تم سے گرمیاں کوئی
دیکھ تحریر فیل لائے آپ　　خوب جلدی مزے میں آئے آپ
طالب وصل جو ہوے ہم سے　　ہیگا سادہ مزاج جم جم سے
رہی کچھ روز تو یہی تحریر　　پھر موافق ہوئی مری تقدیر
ہوے اُس گل سے وصل کے اقرار　　اُٹھ گئی درمیان سے تکرار
جو لکھا تھا ادا کیا اُس نے　　وعدہ اِک دن وفا کیا اُس نے
رات بھر میرے گھر میں رہ کے گئی　　صبح کے وقت پھر یہ کہکے گئی
بات اِس دم کی یاد رکھیے گا　　اِک دن اِسکا مزا بھی چکھیے گا
بگڑے گی جب نہ کچھ بن آئیگی　　آپ کے پیچھے جان جائیگی
پیار کرتی جو تھی وہ غیرتِ حور　　رکھا ملنے کا اُس نے یہ دستور
پنجشنبہ کو جاتی تھی درگاہ　　واں سے آتی تھی میرے گھر وہ ماہ

عیش ہونے لگے مرے اُن کے — غیر جلنے لگے یہ سُن سُنکے
اتفاق ایسا پھر ہوا ناگاہ — دو مہینے تلک نہ آئی وہ ماہ
قطع سب ہو گئے پیام و سلام — نہ رہی شکل راحت و آرام
طبع کو ہو گئی پریشانی — عقل کو تھی عجیب حیرانی
دل کو تشویش تھی یہ حد سے زیادہ — دفعتاً پڑ گئی یہ کیا اُفتاد
تھی نہ مجھ سے یہاں کسیکو لاگ — کسنے اسطرح کی لگائی آگ
کچھ تو ایسا ہوا ہے افسانہ — جو یہاں تک نہ ہو سکا آنا
نہیں معلوم کیا پڑی اُفتاد — جو فراموش کی ہماری یاد
کون ایسا ہے جائے گھر اُسکے — کسکو بھیجوں مکان پر اُس کے
کیوں نہ بیزار ہوں میں جینے سے — نہیں دیکھا ہے دو مہینے سے
جان آنکھوں میں کھنچ کے آئی ہے — اب نہیں طاقت جدائی ہے
کر لیا ہو سکا جہاں تک صبر — اب کہو دل کرے کہاں تک صبر
دو مہینے نہ دیکھے جب گُل کو — چین کس طرح آئے بُلبُل کو

رات کس طرح پر گذاری جائے — کس طرح دل کی بیقراری جائے
طبع کس طرح پر بہل جائے — جسم سے روح جب نکل جائے

دو مہینے بعد معشوقہ کا پھر آنا

آئی نوچندی اتنے میں ناگاہ — اِس بہانے سے آئی وہ درگاہ
بسکہ مرتی تھی نام پر میرے — چُھپ کے آئی وہاں سے گھر میرے
تھی جو فرصت نہ اشکباری سے — اُتری رُوتی ہوئی سواری سے
پھر لپٹ کر مرے گلے اکبار — حال کرنے لگے وہ یوں اظہار
اقربا میرے ہو گئے آگاہ — تم سے ملنے کی اب نہیں کوئی راہ
مشورے ہو رہے ہیں آپس میں — بھیجتے ہیں مجھے بنارس میں
وہ چُھٹے ہم سے جسکو پیار کریں — جبر کیونکر یہ اختیار کریں
گو ٹھکانے نہیں ہیں ہوش و حواس — پر یہ کہنے کو آئی ہوں ترے پاس
جائے عبرت سرائے فانی ہے — موردِ مرگِ نوجوانی ہے

رخصتی ملاقات

اونچے اونچے مکان تھے جنکے — آج وہ تنگ گور میں ہیں پڑے
کل جہاں پر شگوفہ و گل تھے — آج دیکھا تو خار بالکل تھے
جس چمن میں تھا بلبلوں کا ہجوم — آج اُس جا ہے آشیانۂ بوم
بات کل کی ہے نوجوان تھے جو — صاحب نوبت و نشان تھے جو
آج خود ہیں نہ ہے مکاں باقی — نام کو بھی نہیں نشاں باقی
غیرت حور مہ جبیں نہ رہے — ہیں مکاں گر تو وہ مکیں نہ رہے
جو کہ تھے بادشاہ ہفت اقلیم — ہوئے جا جا کے زیر خاک مقیم
کوئی لیتا بھی اب نہیں ہے نام — کون سی گور میں گیا بہرام
اب نہ رستم نہ سام باقی ہے — اک فقط نام ہی نام باقی ہے
کل جو رکھتے تھے اپنے فرق پہ تاج — آج ہیں فاتحہ کو وہ محتاج
تھے جو خود سر جہان میں مشہور — خاک میں مل گیا سب اُنکا غرور

عطر مٹی کا جو نہ ملتے تھے — نہ کبھی دھوپ میں نکلتے تھے
گردشِ چرخ سے ہلاک ہوئے — استخواں تک بھی اُنکے خاک ہوئے
تھے جو مشہور قیصر و فغفور — باقی اُن کا نہیں نشان قبور
تاج میں جنکے ٹکتے تھے گوہر — ٹھوکریں کھاتے ہیں وہ کاسۂ سر
رشک یوسف جو تھے جہاں میں حسیں — کھا گئے اُن کو آسمان و زمیں
ہر گھڑی منقلب زمانہ ہے — یہی دُنیا کا کارخانہ ہے
ہے نہ شیریں نہ کوہکن کا پتہ — نہ کسی جا ہے نل دمن کا پتہ
بوئے اُلفت تمام پھیلی ہے — باقی اب قیس ہے نہ لیلی ہے
صبح کو طائران خوش الحان — پڑھتے ہیں کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ
موت سے کس کو رستگاری ہے — آج وہ کل ہماری باری ہے
زندگی بے ثبات ہے اس میں — موت عینِ حیات ہے اس میں
ہم بھی گر جان دیدیں کھا کر سم — تم نہ رُونا ہمارے سر کی قسم
دل کو ہمجولیوں میں بہلانا — یا مری قبر پر چلے آنا

جاکے رہنا نہ اس مکان سے دور
ہم جو مر جائیں تیری جان سے دور

روح بھٹکے گی گر نہ پائے گی
ڈھونڈھنے کس طرف کو جائیگی

رو کے رہنا بہت طبیعت کو
یاد رکھنا مری وصیت کو

ضبط کرنا اگر ملال رہے
میری رسوائی کا خیال رہے

میرے مرنے کی جب خبر پانا
یوں نہ دوڑے ہوے چلے آنا

جمع ہولیں سب اقربا جس دم
رکھنا اُس وقت تم وہاں پہ قدم

کہے دیتی ہوں جی نہ کھونا تم
ساتھ تابوت کے نہ رونا تم

ہو گئے تم اگرچہ سودائی
دور پہونچے گی میری رسوائی

لاکھ تم کچھ کہو نہ مانیں گے
لوگ عاشق ہمارا جانیں گے

طعنہ زن ہونگے سب غریب و امیر
قبر پر بیٹھنا نہ ہو کے فقیر

سامنا ہو ہزار آفت کا
پاس رکھنا ہماری عزت کا

جب جنازہ مرا عزیز اُٹھائیں
آپ بیٹھے وہاں نہ اشک بہائیں

میری منت پہ دھیان رکھیے گا
بند اپنی زبان رکھیے گا

تذکرہ کچھ نہ کیجئے گا مرا
نام منہ سے نہ لیجئے گا مرا

اشک آنکھوں سے مت بہائیے گا
ساتھ غیروں کی طرح جائیے گا

آپ کاندھا نہ دیجئے گا مجھے
سب میں رسوا نہ کیجئے گا مجھے

رنگ رخ کا بدل نہ جائے کہیں
منہ سے نالہ نکل نہ جائے کہیں

ساتھ چلنا نہ سر کے بال کھلے
تا کسی شخص پر نہ حال کھلے

ہوتے آفت کے ہیں یہ پرکالے
تاڑ جاتے ہیں تاڑنے والے

ہو بیاں گر کسی جگہ مرا حال
تم نہ کرنا کچھ اس طرف کو خیال

ذکر سن کر مرا نہ رو دینا
میری عزت نہ یوں ڈبو دینا

رنج فرقت مرا اُٹھا لینا
جی کسی اور جا لگا لینا

ہوگا کچھ میری یاد سے نہ حصول
دل کو کر لینا اور سے مشغول

رنج کرنا نہ میرا میں قربان
سن لو گر اپنی جان ہو تو جہان

دے نہ اسکو خدا کبھی کوئی درد
ہوتا نازک کمال ہے دل مرد

دل میں کڑھنا نہ مجھ سے چھوٹ کے تو
جان دینا نہ گھوٹ گھوٹ کے تو

آکے رو لینا میری قبر کے پاس | تا نکل جائے تیرے دل کی بھڑاس
آنسو چپکے سے دو بہا لینا | قبر میری گلے لگا لینا
اگر آجائے کچھ طبیعت پر | پڑھنا قرآن میری تربت پر
غنچۂ دل مرا کھلا جانا | پھول تربت پہ دو چڑھا جانا
رو کے کرنا نہ اپنا حال زبوں | یوں نہ ہو جائے دشمنوں کو جنوں
دیکھیے کس طرح پڑے گی کل | سخت ہوتی ہے منزل اول
میرے مرقد پہ روز آنا تم | فاتحہ سے نہ ہاتھ اٹھانا تم
ہے یہ حاصل سب اتنی باتوں سے | مٹی دینا تم اپنے ہاتھوں سے
عمر بھر کون کس کو روتا ہے | کون صاحب کسی کا ہوتا ہے
کبھی آجائے گر ہمارا دھیان | جاننا ہم پہ ہو گئی قربان
دل پہ کچھ آنے دیجیو نہ ملال | خواب دیکھا تھا کیجیو یہ خیال
رنج و راحت جہاں میں توام ہے | کبھی شادی ہو اور کبھی غم ہے
ہے کسی جا پہ جشن شام و پگاہ | ہے کسی جا صدائے نالہ و آہ

مرگ کا کس کو انتظار نہیں | زندگی کا کچھ اعتبار نہیں
پھر ملاقات دیکھیں ہو کہ نہ ہو | آج دل کھول کر گلے مل لو
ہم کو خوب آج دیکھ بھال لو تم | دل کی سب حسرتیں نکال لو تم
آؤ اچھی طرح سے کر لو پیار | کہ نکل جائے کچھ تو دل کا بخار
دل میں باقی رہے نہ کچھ ارماں | خوب مل لو گلے سے میں قرباں
حشر تک پھر یہ ہوگی بات کہاں | ہم کہاں تم کہاں یہ رات کہاں
کہہ لو سن لو جو کچھ کہ جی میں آئے | پھر خدا جانے کیا نصیب دکھائے
دل کو اپنے کرو ملول نہیں | رونے دھونے سے کچھ حصول نہیں
ہم کو ہے ہے کرے جو اشک بہائے | ہم کو گاڑے جو اپنے دل کو کڑھائے
عمر تم کو تو ہے ابھی کھینا | دن بہت سے پڑے ہیں رو لینا
باہیں دونوں گلے میں ڈال لو آج | جو جو ارماں ہوں نکال لو آج
پھر خدا جانے کیا مشیت ہے | اتنی صحبت بہت غنیمت ہے
کس کو کل بیٹھ کر کرو گے پیار | کس کی لو گے بلائیں تم ہر بار

کل گلے سے کسے لگاؤ گے
یوں کسے گود میں بٹھاؤ گے

حال کسکا سنائے گی آکر
کسکی ماما بلائے گی آکر

ہم تو اُٹھتے ہیں اس مکان سے کل
اب تو جاتے ہیں اس جہان سے کل

یاد اتنی تمھیں دلاتے جائیں
پان کل کے لئے لگاتے جائیں

ہو چکا آج جو کہ تھا ہونا
کل بسائیں گے قبر کا کُونا

خاک میں ملتی ہے یہ صورتِ عیش
پھر کہاں ہم کہاں یہ صحبتِ عیش

دیکھ لو ہم کو آج جی بھر کے
کوئی آتا نہیں ہے پھر مَر کے

ختم ہوتی ہے زندگانی آج
خاک میں ملتی ہے جوانی آج

چُپ رہو کیوں عبث بھی رُوتے ہو
مُفت کا ہے کو جان کھوتے ہو

سمجھو اس کو شبِ برات کی رات
ہم ہیں مہماں تمھارے اکی رات

چین دل کو نہ آئے گا تجھ بن
اب بچھڑے ملیں گے حشر کے دن

اب تم اتنی دعا کرو مری جان
کل کی مشکل خُدا کرے آسان

پھل اُٹھایا نہ زندگانی کا
نہ مِلا کچھ مزا جوانی کا

دل میں لیکر تمھاری یاد چلے
باغ عالم سے نامراد چلے

کہتی ہے بار بار ہمتِ عشق
ہے یہی مقتضائے غیرتِ عشق

چارپائی پہ کون پڑ کے مرے
کون یوں ایڑیاں رگڑ کے مرے

عشق کا نام کیوں ڈبو جائیں
آج ہی جان کیوں نہ کھو جائیں

جب تلک چرخ بیدار رہے
یہ فسانہ بھی یادگار رہے

بُولی گھبرا کے پھر ٹھہر مری جان
کچھ سُنا بھی کہ کیا بجا اِس آن

حسرتِ دِل نگوڑی باقی ہے
اور یہاں رات تھوڑی باقی ہے

گود میں اپنی پھر بٹھا لو جان
پھر گلے سے ہمیں لگا لو جان

ڈال دو پھر گلے میں ہاتھوں کو
پھر گلوری چبا کے مُنہ میں دو

پھر کہاں ہم کہاں یہ صحبت یار
کر لو پھر ہمکو بھینچ بھینچ کے پیار

پھر مرے سر پہ رکھدو سر اپنا
گال پھر رکھدو گال پر اپنا

پھر اُسی طرح مُنہ کو مُنہ سے ملو
پھر وہی باتیں پیار کی کر لو

لہر پھر چڑھ رہی ہے کالونکی
بُو سنگھا دو تم اپنے بالوں کی

پھر ہم اُٹھنے لگیں بٹھا لو تم — پھر بگڑ جائیں ہم منا لو تم
پھر لبوں کو چبا کے بات کرو — پھر ذرا مسکرا کے بات کرو
پھر بلائیں تمھاری یار لیں ہم — آؤ پھر سر سے سر اُتار لیں ہم
رو نہ اس طرح سے تو زار قطار — دشمنوں کو کہیں چڑھے نہ بُخار
آپ اچھے بھلے بچھڑ جائیں — اور لینے کے دینے پڑ جائیں
کاٹ لے کوئی دھڑ سے سر میرا — بال بیکا نہ ہو مگر تیرا
میں دل و جاں سے ہوں فدا تیری — لیکے مر جاؤں میں بلا تیری
اب تو کیوں ٹھنڈی سانسیں بھرتا ہے — کیوں مرے دل کے ٹکڑے کرتا ہے
میں ابھی تو نہیں گئی ہوں مر — کیوں سُجائی ہیں آنکھیں رُو رُو کر
اسقدر ہو رہا ہے کیوں غمگین — کیوں مٹاتا ہے اپنی جانِ حزیں
کر نہ رُو رُو کے اپنا حال زبوں — ارے ظالم ابھی تو جیتی ہوں
اشک ہوتے ہیں ناگوار ترے — تو نہ رُو ہو گئی نثار ترے
ایسے قصّے ہزار ہوتے ہیں — یُوں کہیں مردے بھی رُوتے ہیں

یوں تو آنسو نہ تو بہا اپنے — دل کو مضبوط رکھ ذرا اپنے
رنج سے میرے کچھ اُداس نہ ہو — یوں تو للہ بدحواس نہ ہو
تم تو اتنے میں ہو گئے رنجور — تھک گئے اور ابھی ہے منزل دُور
اسی غم نے تو مجھکو مارا ہے — صدمہ تیرا نہیں گوارا ہے
اپنے مرنے کا کچھ نہیں ہے الم — دل میں میرے فقط ہے تیرا غم
جان ہم نے تو اس طرح کھوئی — کون تیری کرے گا دلجوئی
آکے سمجھائیگا بجھائیگا کون — اس طرح سے گلے لگائے گا کون
کون روکے گا اس طبیعت کو — کس سے کہہ جاؤں اس وصیت کو
گو کہ بے جا ترا ہراس نہیں — کوئی دلسوز بھی تو پاس نہیں
میں کہاں ہوں جو ساتھ دوں تیرا — ہاتھ میں کسکے ہاتھ دوں تیرا
یُوں تسلی تری کرے گا کون — میری صورت بھلا مریگا کون
کون یُوں خوش کریگا دل تیرا — دل ہے اس غم سے مضمحل میرا
جی لگے گا نہ ساتھ میں اسکا — دل لیے رہنا ہاتھ میں اس کا

پر میں اب اس کو کیا کروں کمبخت — آسماں دور ہے زمیں ہے سخت
گو کہ عقبےٰ میں روسیاہ چلی — مگر اپنی سی میں نباہ چلی
جی کو تم پر فدا کیا میں نے — حق وفا کا ادا کیا میں نے
بولی پھر زانوؤں پہ مار کے ہاتھ — نہیں معلوم اب ہے کتنی رات
جوں جوں گھڑیال وہ بجاتا ہے — جی مرا سن سنایا جاتا ہے
یوں تو کوئی نہ درد و غم میں کڑھے — پھولے جاتے ہیں ہاتھ پاؤں مرے
کچھ عجب ہو رہا ہے جان کا طور — کہتی ہوں کچھ نکلتا ہے کچھ اور
آنسو آنکھوں میں بھر بھر آتے ہیں — دست و پا سارے تھرتھراتے ہیں
دل کو سمجھاتی ہوں میں بہتیرا — پر سنبھلتا نہیں ہے جی میرا
گو تو بیٹھا ہوا ہے پاس مرے — پر ٹھکانے نہیں حواس مرے
ہوش آئے ہوئے بھی جاتے ہیں — دل میں کیا کیا خیال آتے ہیں
پیش یوں فرقتِ حبیب نہ ہو — کسی دشمن کو بھی نصیب نہ ہو
دوسرا اب یہ اور ماتم ہے — سانگ باقی بہت ہیں شب کم ہے

خاک تسکین جان زار کریں — اب وصیت کریں کہ پیار کریں

جواب عاشق کا

سن کے میں نے دیا اُسکو جواب — میرے دل کو بس اب کرو نہ کباب
تم تو یوں اپنی جان دو مری جان — میں وصیت سنوں خدا کی شان
دل سے رکھنا ذرا یہ اپنے دور — کون کمبخت یہ کرے گا اُمور
مجھ پہ یہ دن تو کبریا نہ کرے — تم مرو میں جیوں خدا نہ کرے
جان دیدو گی تم جو کھا کر سم — میں بھی مر جاؤنگا خدا کی قسم
جو یہ دیکھے گا خوب رُوئے گا — آگے پیچھے جنازہ ہوئے گا
اِک ذرا مجھ سے تو کہو یہ حال — جی میں کیا آپ کے ہوا یہ خیال
دل ہی دل میں الم اُٹھاتی ہو — جان دیتی ہو زہر کھاتی ہو
پہونچا ماں باپ سے اگر ہے الم — اس کا کرنا نہ چاہیئے تمھیں غم
جو کہ ہوتے ہیں قوم کے اشراف — یوں نہیں کرتے ہیں وہ قصور معاف

کچھ تمھیں پر نہیں ہے یہ اُفتاد   سب کے ماں باپ ہوتے ہیں جلّاد
صدمہ ہر اِک پہ یہ گذرتا ہے   زہر کھا کے کوئی مرتا ہے
شکوہ ماں باپ کا تو ناحق ہے   اِن کا اولاد پر بڑا حق ہے
ہوں جو ناراض یہ قیامت ہے   اِن کے قدموں کے نیچے جنت ہے
تم تو نامِ خدا سے ہو دانا   اِس پہ رُتبہ نہ اُن کا پہچانا
کیا بھروسہ حیات کا اُن کی   نہ بُرا مانو بات کا اُن کی
ہوش رہتے نہیں ہیں اِس سِن کے   یہ تو مہمان ہیں کوئی دِن کے
اِتنی سی بات کا غبار ہے کیا   ان کے کہنے کا اعتبار ہے کیا
غور سے کیجئے جو دل میں خیال   اُن کا غصہ نہیں ہی جائے ملال

جواب معشوق کیطرف سے

سُن کے اُسنے دیا یہ مجکو جواب   ہم نے دیکھی نہیں ہے چشم عتاب
بیحیا ایسی زندگی کو سلام   مُنھ پہ آئے نہ تھے کبھی یہ کلام

طعنے سُنتی ہوں دو مہینے سے   موت بہتر ہے ایسے جینے سے
خونِ دل کب تلک پیئے کوئی   بیحیا بن کے کیا جیئے کوئی
نوعِ انسان بے حمیت ہو   آدمی کیا نہ جس کو غیرت ہو
بات وہ کس طرح بشر سے اُٹھے   نہ سُنی ہو کبھی جو کانوں سے
وہ سُنے جسکو اسکی عادت ہے   اسمیں کیا اپنی اپنی غیرت ہے
پر مرے جیتے جی تو بہرِ خُدا   اپنے مَرنے کا ذکر منھ پہ نہ لا
کون سا پڑ گیا ہے رنج و محن   جان کیوں دینگے آپ کے دشمن
تم نے جی دینے کی جو کی تدبیر   حشر کے روز ہونگی دامنگیر
تو سلامت جہاں میں رہ مری جان   نکلیں ماں باپ کے ترے ارمان
واسطے میرے اپنا دل نہ کُڑھا   چاند سی بہو گھر میں بیاہ کے لا
ہے یہی لطف زندگانی کا   دیکھ سُکھ اپنی نوجوانی کا
چار دِن ہے یہ نالہ و فریاد   عمر بھر کون کس کو کرتا ہے یاد
لُطف دُنیا کے جب اُٹھاؤ گے   ہم کو دو دن میں بھول جاؤ گے

رخصتی ملاقات

تھا یہی ذکر جو بجا گھڑیال　　سنتے ہی اس کے ہوگئی بیحال
ہوگیا فرط غم سے چہرہ زرد　　دست و پا تھرتھرا کے ہوگئے سرد
مردنی رخ پہ چھا گئی اس کے　　دل میں وحشت سما گئی اس کے
دل میں گزرا جو اسکے صبح کا شک　　ہوئی استادہ جا کے زیر فلک
ٹھنڈی جسدم چلی نسیم سحر　　ہوگیا حال اور بھی ابتر
اتنے میں صبح کی بجی وردی　　دونی چہرے کی ہوگئی زردی
ہوئے ثابت جو صبح کے آثار　　ہوگئی اور اسکی حالت زار
بید کی طرح جسم تھرّایا　　سر سے لے پاؤں تک عرق آیا
باتیں کرتی جو تھی سو بھول گئی　　دم لگا چڑھنے سانس پھول گئی
بولی گھبرا کے رہیو اسکے گواہ　　اور کہا لا الٰہ الا اللہ
اب فقط یہ ہے خوں بہا میرا　　بخش دیجو کہا سنا میرا

کہہ کے یہ پھر چمٹ گئی اک بار　　اور کیا خوب بھینچ بھینچ کے پیار
سر سے لیکر بلائیں تا بقدم　　بولی تم پر نثار ہوتے ہیں ہم
آگ لگ جائے وہ گھڑی کمبخت　　بام پر آئی تھی میں کون سے وقت
پھر یہ بولی وہ پونچھکر آنسو　　میرے سر کی قسم نہ کڑھیو تو
آزماتی تھی تجھ کو کستی تھی　　میں ترے چھیڑنے کو ہنستی تھی
کہہ کے یہ بات ہوگئی وہ سوار　　یاں بندھا آنسوؤں کا آنکھ سے تار
آتش غم بھڑک گئی دونی　　تپش قلب نے کی افزونی
یاد آتی تھی جب وصیت یار　　وہم لاتا تھا دل ہزار ہزار
تھی مصیبت جو یہ بلا انگیز　　دھیان آتے تھے کیا کیا وحشت خیز
دل میں کہنے کا اسکے تھا جو ملال　　آتے تھے ذہن میں عجیب خیال
کون روکے گا جا کے گھر بیٹھے　　جو کہا ہے وہی نہ کر بیٹھے
ہر گھڑی تھا جو اضطراب فزوں　　چپکا روتا تھا بیٹھا میں محزوں
کہ اٹھا ایک سمت سے وہ غل　　ہوش جس سے کہ اڑ گئے بالکل

شعلہ اک آگ کا بھڑکنے لگا   مثل بلبل کے دل پھڑکنے لگا
یوں تو گذرے تھے دو پہر روتے   اور ہاتھوں کے اُڑ گئے توتے
ہو گیا دل کو اس طرح کا ہراس   آئے سو سو طرح کے وسواس
کہا اک دوست سے کہ تم جا کر   جلد اس شور و غل کی لاؤ خبر
روتے ہیں ہم سے بدنصیب کوئی   مر گیا ان کا کیا حبیب کوئی
یوں جو اپنی یہ جان کھوتے ہیں   کون ہیں کس لیے یہ روتے ہیں
کیا ہوا اِن پہ صدمۂ جانکاہ   یہ جو کرتے ہیں ایسے نالہ و آہ
دوڑے آخر اُدھر مرے احباب   لیکر آئے خبر وہاں سے شتاب
کیا اس طرح آ کے مجھ سے بیاں   کہ یہاں سے ہو اِک قریب مکاں
باغ کے پاس جو بنا ہے گھر   دال فروش ہے ایک سوداگر
یوں تو اِک شور راہ بھر میں ہے   پر یہ آفت اُنھیں کے گھر میں ہے
صاف کھلتا نہیں ہے یہ اسرار   مر گیا کوئی یا کہ ہے بیمار
پر یہ ہوتا ہے عقل سے ادراک   کہ نہیں بے سبب اُڑاتے خاک

کچھ نہ کچھ تو ہے ایسی ہی رُوداد   کہ یہ ہے شور نالہ و فریاد
نہیں برپا یہ بے سبب ماتم   ہے نکلتا کسی جوان کا دم
ہر بشر ہو رہا ہے دیوانہ   کوئی مرتا ہے صاحبِ خانہ
نہیں قابو میں ہے کسی کا دل   پیٹتے سر ہیں صاحبانِ محل
نہیں دیتا سُنائی کچھ بالکل   ہے فقط ایک ہائے ہائے کا غل
تھمتا اک دم بھی ان خروش نہیں   کس سے پوچھیں کسی میں ہوش نہیں
رُوتے جس درد سے ہیں وہ اسدم   دیکھا جاتا نہیں خدا کی قسم
کہہ گئی تھی جو وہ کہ کھاؤنگی زہر   میں یہ سمجھا کہ ہو گیا وہی قہر
گو حیا سے نہ اُس کا نام لیا   دونوں ہاتھوں سے دلکو تھام لیا
دوستوں نے جو دیکھی یہ صورت   بُولے اس طرح ازرہِ اُلفت
حال دل یوں تمھارا غیر جو ہے   مگر اسوقت کیا ہے خیر تو ہے
بے سبب کس لیے ہوئے ہو اُداس   اُڑ گئے کیوں تمھارے ہوش و حواس
کون سی آفت آ گئی اس دم   مُردنی مُنھ پہ چھا گئی اِس دم

کیا ہے جو اتنے بیقرار ہیں اب — کوئی مر جائے اس سے کیا مطلب
ایسی حالت جو پیچ و تاب کی ہے — تم کو کیا وجہ اضطراب کی ہے
شہر میں روز لوگ مرتے ہیں — خفقاں اسکا کوئی کرتے ہیں
فکر کرنا ہے اس طرح کی زبون — یوں ہی ہو جاتا ہے بشر مجنون
سن کے ماں باپ کیا کہینگے بتاؤ — ہوش پکڑو ذرا حواس میں آؤ
تم کو کیا ہے جو جان کھوتے ہو — بے سبب آپ ہی آپ روتے ہو
ہو رہے ہو ملول کس غم سے — حال دل کا تو کچھ کہو ہم سے
طعنہ آمیز دوستوں کے بیان — ہوئے معلوم نشترِ رگ جان
نہ دیا اُن کو مارے غم کے جواب — ڈھانپ کر منھ کیا بہانہ خواب
اُٹھ گئے لوگ پاس سے جس دم — کھول کر مُنھ کو چُپکے بیٹھے ہم
حال دل سینے میں ہوا جو تباہ — بیٹھا کمرہ میں آن کر سرِ راہ
دیکھا برپا ہے ایک حشر کا غل — بھیڑ سے بند راہ ہے بالکل
اُس طرف سے جو لوگ آتے ہیں — یہی آپس میں کہتے جاتے ہیں

حال اُن کا بھی جائے رقت ہے — داغ اولاد کا قیامت ہے
نوچ ڈالے ہیں سارے سر کے بال — کیا پریشاں ہے والدین کا حال
آفتِ تازہ سر پہ ہے آئی — بک رہے ہیں مثال سودائی
دھیان اُنکی طرف جو جاتا ہے — غم سے مُنہ کو کلیجہ آتا ہے
جو کہ تھے اسمیں صاحب اولاد — حال ابتر تھا اُن کا حد سے زیاد
کہتے تھے کوٹ کر سر و سینہ — کیوں نہ دشوار اُن کو ہو جینا
مرگ اولاد کا وہ ماتم ہے — رنج و غم جسقدر کریں کم ہے
کوئی کہتا تھا کیسی آفت ہے — نوجواں مرنا اک قیامت ہے
یوں تو ہے از پئے زمانہ مرگ — نہ مرے پر کوئی جوانا مرگ
کوئی بولا کہ ہے سبھی کو ملال — دیکھا جاتا نہیں ہے باپ کا حال
آتشِ غم سے دل ہوا ہے کباب — ہے تپاں مثل ماہی بے آب
چشمہ جاری ہے چشمِ گریاں کا — ہوش باقی نہیں تن و جاں کا
ہے کسی کو نہ صبر نہ آرام — دیکھنے والے رو رہے تھے تمام

معشوقہ کا جنازہ

پیٹ ڈالے ہیں سب نے سر اپنے　　سر و پا کی نہیں خبر اپنے
بنیے بقال جان کھوتے ہیں　　سارے دوکاندار روتے ہیں
حال دیکھا جو میں نے یہ اُٹھکر　　ہل گیا سینے میں دلِ مضطر
نہ رہی تاب رنج کے مارے　　لگے تھرّانے دست و پا سارے
بحرِ اُلفت نے دل میں مارا جوش　　گر پڑا ہو کے خاک پر بیہوش
عشق کی تھی جو دل میں بیماری　　غش کا عالم سا ہو گیا طاری
دو گھڑی بعد پھر جو آیا ہوش　　دیکھا برپا عجب ہے جوش و خروش
آگے آگے ہے کچھ جلوس رواں　　سر کھلائے پیچھے پیچھے پیر و جواں
سِن رسیدہ ہیں عورتیں کچھ ساتھ　　سینہ و سر پہ مارتی ہیں ہاتھ
کوئی ماما ہے کوئی دائی ہے　　کوئی انّا کوئی کھلائی ہے
جب وہ بھرتی ہیں غم سے آہیں سرد　　سُننے والوں کے دل میں ہوتا ہے درد

ہوتا غیروں کو ہے ملال اُن کا　　دیکھا جاتا نہیں ہے حال اُن کا
کچھ بیان ایسے ہوتے جاتے ہیں　　رستے والے بھی روتے جاتے ہیں
اسکے پیچھے پڑی پھر اُس پہ نگاہ　　کہ نہ دیکھے بشر معاذ اللہ
شامیانہ نیا زری کا ہے　　نیچے تابوت اُس پری کا ہے
سہرا اُسپر بندھا ہے اِک زرتار　　جیسے گلشن کی آخری ہو بہار
تھی پڑی اُس پہ ایک چادرِ گُل　　جس سے خوشبو وہ راہ تھی بالکل
عُود سوز آگے آگے روشن تھے　　مر گئی پر بھی لاکھ جوبن تھے
بھیڑ تابوت کے تھی ایسی ساتھ　　جیسے آئے کسی دُلھن کی برات
سب امیر و شریف تھے ہمراہ　　بھیڑ تھی اسقدر کہ بند تھی راہ
ساتھ تھے خویش و اقربا سارے　　رُو رہے تھے غریب بیچارے
پیچھے پیچھے تھا سب کے سوداگر　　مو پریشاں اُداس خاک بسر
آگے آگے جنازہ جاتا تھا　　غش اُسے ہر قدم پہ آتا تھا
ہاتھ تھامے تھے اقربا سارے　　تا کسی جا پہ سر نہ دے مارے

حال اس درجہ ہو رہا تھا زبوں　　بہتا جاتا تھا سر کے زخم سے خون
سب امیر و فقیر روتے تھے　　دیکھ کر راہگیر روتے تھے
پیچھے سب کے بَین میں تھی مادر　　کہتی جاتی تھی اس طرح رُو کر
تیری میت پہ ہو گئی میں نثار　　کم سخن ہائے میری غیرت دار
کچھ نہیں ماں کی اب خبر تم کو　　کسکی یہ کھا گئی نظر تم کو
دل پہ جو گذری کچھ بیان نہ کی　　کچھ وصیت بھی میری جان کی
دل ضعیفی میں میرا توڑ گئیں　　بیٹیا اس ماں کو کسپہ چھوڑ گئیں
تازہ پیدا جگر میں داغ ہوا　　گھر مرا آج بے چراغ ہوا
دل کو ہاتھوں سے کوئی ملتا ہے　　جی سنبھالے نہیں سنبھلتا ہے
زہر دیدے کوئی میں کھا جاؤں　　یا زمیں شق ہو میں سما جاؤں
داغ تیرا جگر جلاتا ہے　　چاند سا مکھڑا یاد آتا ہے
مٹ گیا لطف زندگانی کا　　دل کو غم ہے تری جوانی کا
بیاہ تیرا رچانے پائی نہ میں　　کوئی منت بڑھانے پائی نہ میں

تیری صورت کے ہو گئی قربان　　چلیں دُنیا سے کیسی پُر ارمان
ہوئیں کس بات پر خفا بولو　　اما واری ذرا جواب تو دو
بولتیں تم نہیں پکارے سے　　اب جیونگی میں کس سہارے سے
کیا قضا نے جگر پہ داغ دیا　　آج گھر میرا بے چراغ کیا
نکلا ماں باپ کا نہ کچھ ارماں　　ہائے بیٹی نہ تم چڑھیں پروان
ایسی اس ماں سے ہو گئیں بیزار　　لی نہ خدمت بھی پڑ کے کچھ بیمار
نہ جیونگی ترے فراق میں میں　　دل تڑپتا ہے آنکھیں ڈھونڈھتی ہیں
کس مصیبت میں پڑ گئی بیٹیا　　کوکھ میری اُجڑ گئی بیٹا
عمر کٹنی تھی ایسے صدمے میں　　ٹھوکریں تھیں بڑی بڑھاپے میں
سنکے اس طرح اُسکی ماں کے بین　　اور سینے میں دل ہوا بے چین
تھی وصیت جو اُس پری کی یاد　　سب کے پیچھے میں ہو لیا ناشاد
گو یہ طاقت نہ تھی کہ چلتا راہ　　لے چلا جذب عشق پر ہمراہ
پیچھے اُن سب کے جو رواں تھا میں　　صورت گرد کارواں تھا میں

گہ تڑپتا تھا صورت بسمل — بیٹھ جاتا تھا گاہ تھام کے دل
جوں جوں کرتا تھا ضبط میں نالا — دل ہوا جاتا تھا تہ و بالا
مرغ بسمل کی میری صورت تھی — یاں گرا واں گرا یہ حالت تھی
الغرض پہونچا ساتھ اُنکے وہاں — دفن کا اُسکے تھا مقام جہاں
قبر کھُدتی جو واں نظر آئی — لاکھ روکا پہ چشم بھر آئی
دیکھکر یہ جو لوگ رونے لگے — ٹکڑے ٹکڑے جگر کے ہونے لگے
طاقت ضبط واں پہ جب نہ رہی — دل سے اپنے یہ میں نے بات کہی
کہہ کے کیا مر گئی وہ جان تجھے — کچھ وصیت کا بھی ہے دھیان تجھے
ہو نہ للہ بے قرار اتنا — ضبط کر دل کو ہو سکے جتنا
دل کو سمجھا کے یہ گیا میں وہاں — جمع سب اُسکے اقربا تھے جہاں
دل آفت زدہ کو بہلا کر — چُپکا بیٹھا میں اک طرف جا کر
اشک آنکھوں سے گو نہ بہتے تھے — لوگ پر دیکھ دیکھ کہتے تھے
حال چہرے کا آج کیسا ہے — خیر تو ہے مزاج کیسا ہے

لال آنکھیں ہیں تمتمائے ہیں گال — وجہ کیا ہے بیاں تو کیجئے حال
منہ پہ اک زردی سی چھائی ہے — چہرہ پر چھٹ رہی ہوائی ہے
بولا میں اور کچھ نہیں ہے بات — شب کو سویا نہیں میں ساری رات
اُس پہ بیدل جو آیا میں مجبور — رنگ چہرہ کا ہو گیا کافور
ترک عادت بھی اک عداوت ہے — رات کا جاگنا قیامت ہے
دل کا شک اُن کے سب نکال دیا — یہی کہہ سُن کے اُن کو ٹال دیا
غل ہوا اتنے میں سب آتے جائیں — فاتحہ پڑھتے جائیں جاتے جائیں
سُن کے یہ سب گئے وہاں احباب — بخشا پڑھ پڑھ کے فاتحہ کا ثواب
جبکہ اس سے بھی ہو گئی فرصت — آئے جتنے تھے ہو گئے رخصت
پائی تنہا جو میں نے یار کی قبر — دِل کو باقی رہی نہ طاقت صبر
تھا جو اُس شمع رو کا پروانہ — دَوڑ کر آیا مثل دیوانہ
گر پڑا آ کے قبر پر اک بار — اور رُونے لگا میں زار و نزار
نہ رہا تھا جو اختیار میں دل — لوٹا تربت پہ صورت بسمل

دل عجب کچھ مزا اُٹھاتا تھا — قبر اُس کی گلے لگاتا تھا
مرگئی تھی جو مجھ پہ وہ گلفام — زندگی ہوگئی مجھے بھی حرام
دیکھا آنکھوں سے تھا جو بپا قہر — کھا گیا میں بھی گھر میں آکر زہر
دوپہر تک تو قے رہی جاری — بعد پھر اُسکے غش ہوا طاری
تین دن تک رہی وہ بیہوشی — ہوگئی جس سے خود فراموشی
عین غفلت میں پھر یہ دیکھا خواب — کہ یہ کہتی ہے وہ بچشم عتاب
سُن تو رے تو نے زہر کیوں کھایا — کچھ وصیت کا بھی نہ پاس آیا
ہوئے خود رفتہ ایسے حد سے زیاد — دو ہی دن میں بُھلادی میری یاد
دل سے میرے بُھلا دیا کہنا — ہاں یہی چاہیے تھا کیا کہنا
کہہ کے یہ جب وہ ہوگئی روپوش — کُھل گئی آنکھ آگیا مجھے ہوش
زہر کا پھر نہ کچھ اثر پایا — اِک تعجب سا مجھ کو یہ آیا
آشنا دوست سبکا تھا یہ بیاں — مُردے جی اُٹھے لو خدا کی شان
ہوگیا والدین کو یہ سُرور — بڑھ گیا دل کا چین چشم کا نور

اقربا سُن کے سب ہوئے دلشاد — آکے دینے لگے مبارکباد
حاصل اتنا تھا اِس کہانی سے — ہم رہے جیتے سخت جانی سے

عشق میں ہم نے یہ کمائی کی
دِل دیا غم سے آشنائی کی